ISSN: 2959-2224 (Online) and 2959-2216 (Print)
Open Access: https://journals.iub.edu.pk/index.php/uas/index
Published by: Department of Hadith, The Islamia University of Bahawalpur, Pakistan.

قرآن وسنت کی روشنی میں قوامیت مرد کی وجوہات: عصری و تحقیقی جائزہ

Reasons of Man Supremacy in the light of Qur'an and Sunnah: Contemporary Research review

Dr. Hafiza Barira Hameed*
Lecturer, Government Sadiq College Women University, Bahawalpur
Shabana Qadeer
MPhil Scholar, Army Public School College, Noor Mahal Campus Bahawalpur

Abstract:

Islam Guides us in every field of life. Family is a blessing of Allah Almighty. Family is the first institute of a society which plays vital role in the moral, ethical and social development of an individual unit of society. Islam gives us strong and complete code of family life. Allah Almighty distributed responsibilities of every member of family according to his / her abilities. Family has two basic components Husband and wife. As a male member ,Allah has put all main responsibilities of family on male's shoulders to make him head of the family. Now husband has to provide all necessities to his family. He is responsible to give protection, respect and all other requisites to his family. While fulfilling these responsibilities, he faces many problems, works harder day and night and provides all possible facilities to his beloved ones. Contemporary family system is going to lose its impact on individual and collective level as well. Positive role of family is abolishing rapidly in different aspects. Woman should have equal powers and authorities. She has to be a family head instead of man. She should have equal decision powers like man. In this article, I will highlight the reasons of male Dominance in Family as well as in society in the light of Quran and Sunnah. I will also highlight that the difference in the responsibilities and rights of men and women is not a sign of contempt for women and the superiority of men, but it also refers to the difference in the scope of work with the interests and passions of men and women.

Keywords: Social Unit, Authoritative, Responsibilty, Family life, Necessities.

تعارف

خاندان معاشرے کی ایک اہم اور بنیادی اکائی ہے جس سے معاشرہ تشکیل پاتا ہے۔ خاندان کے افراد وہ ستون ہوتے ہیں جو اس معاشرتی اکائی کو تشکیل دیتے ہیں۔ یہ اکائی جس قدر مضبوط و مستحکم ہو گی معاشرہ اتنا ہی بہتر اور توانا ہو گا۔ اسی لیے ہر تہذیب اپنے معاشرتی نظام کی تشکیل کے لیے خاندان پر بہت توجہ دیتی ہے۔ مرد و عورت کے مجموعی حقوق اور فرائض کے دائرہ کار کو طے کیا جاتا

* Email of corresponding auther: bareera.hameed@gscwu.edu.pk

ہے، ان کی مختلف حیثیتوں کو واضح کیا جاتا ہے۔ خاندانی اقدار کا تحفظ ہی معاشرتی زندگی کے اتار وچڑھاؤ میں مدد دیتا ہے۔ مغرب میں خاندانی نظام کو اجتماعیت سے انفرادیت کی شکل دے دی گئی ہے۔ اس سے انہیں بہت سے مسائل کا سامنا ہے۔ بہت سے ادارے جو اجتماعیت میں بے معنی تھے اور انہیں عیب سمجھا جاتا تھا اب انفرادیت کا راستہ اختیار کرنے کے لیے وہ بہت ضروری ٹھہرے مثلا اولڈ ہومز کا تصور، بے تحاشہ انشورنس، انفرادیت کے نتیجے میں پیدا ہونے والی نفسیاتی بیماریاں اور انکے علاج غرض جتنا سوچتے جائیں گے اتنا ہی چیزوں میں اضافہ ہوتا جائے گا۔ انفرادیت نے نسلوں کے تجربات کو ختم کر دیا۔ ہمارا معاشرہ اس تہذیب میں رنگتا جارہا ہے ایسے میں ضروری ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی زندگی میں موجود اسلام کے خاندانی نظام کے لیے مکمل رہنمائی سے استفادہ کیا جائے۔ یہ رہنمائی انسان کے خالق کی طرف سے ہے جو فطرت انسانی کا بھی خالق ہے اس کی طرف سے دیا گیا خاندانی نظام یقیناانسان کی دنیاوی راحت اور اخروی بھلائی کا باعث ہو گا۔

خاندان کی تعریف

قوامیت اور اس کی حدود واغراض کو سمجھنے کے لئے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ خاندان کہتے کسے ہیں، اس کی حدود و قیود کیا ہیں؟ تاکہ اس کے نتیجے میں قوامیت کو سیرت طیبہ کی روشنی میں سمجھا اور پرکھا جاسکے۔ ڈاکٹر خالد علوی خاندان کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

خاندان ایک ایسا ادارہ ہے جو انسانی رویئے اور طرز عمل کی تشکیل کرتا ہے۔ خاندان ہی وہ ادارہ ہے جس کے ذریعے معاشرتی تربیت ہوتی ہے۔ خاندان ہی وہ ادارہ ہے جو فرد کو اپنے فرائض کا احساس دلاتا ہے۔ اسے فرق مراتب کا شعور بخشتاہے۔ اگر خاندان کا استحکام کم ہو جائے تو انسانی طرز عمل، معاشرتی فرائض کا شعور اور افراد معاشرہ کے مراتب کا یقین سب کچھ ختم ہو جائے گا۔[1]

ڈاکٹر محمد امین خاندان کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

تمام مذاہب میں خاندان کی وکالت اس طرح کی گئی ہے کہ گویا یہ خاندان مرد کے لیے گھونسلہ اور عورت کو اولین استاد قرار دیا گیا ہے۔ اس جیسا استاد مہیا ہونا ناممکن ہے۔[2]

خاندان کی اس کے علاوہ بھی بہت سی تعریفیں کی گئی ہیں بنیادی طور پر یہ انتہائی قریبی رشتہ داروں کا گروہ ہوتا ہے جو خاص اقدار کو لیے نسل نو کی دنیاوی اور دینی ضروریات کی تکمیل کرتا ہے تاکہ انسان معاشرے کے لیے مفید شہری بن سکے۔

رشتوں کی اہمیت

انسان ایک معاشرتی حیوان ہے اور اس کا گزارہ رشتوں کے بغیر نہیں ہو سکتا، اسی لئے اسلام نے رشتوں کو بہت زیادہ اہمیت دی ہے۔ دراصل یہ رشتوں کا تقدس ہی ہے جو خاندان کی بنیاد بنتا ہے اور انہیں قائم رکھتا ہے۔ اسلام نے ایک تو رشتوں کو اہمیت دی اور دوسرا ان کی حفاظت کو ضروری قرار دیا۔ اگر کسی بھی وجہ سے ان میں خرابی پیدا ہو رہی ہو تو اس خرابی کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کی تعلیم دی۔ حدیث قدسی میں ارشاد گرامی ہے:

قَالَ اللَّهُ: أَنَا اللَّهُ، وَ أَنَا الرَّحْمَنُ، خَلَقْتُ الرَّحِمَ، وَشَقَقْتُ لَهَا مِنَ اسْمِي، فَمَنْ وَصَلَهَا وَصَلْتُهُ، وَمَنْ قَطَعَهَا بَتَتُّهُ۔[3]

میں اللہ ہوں، میں رحمان ہوں، میں نے رشتہ و قرابت کو پیدا کیا ہے اور اپنے نام رحمٰن کے مادہ سے نکال کر اس کو رحم نام دیا ہے، پس جو اسے جوڑے گا میں اس کو جوڑوں گا، اور جو اس کو توڑے گا میں اس کو توڑ دوں گا۔

اس حدیث میں اللہ تعالی نے بہت ہی خوبصورتی سے رشتہ داری کو رحم اور پھر اسے رحمٰن سے جوڑا ہے جو اللہ کی بہت رحمت والفت والی صفت ہے۔ رشتہ داروں کو ذوی الارحام کہا جاتا ہے۔ رشتہ داروں سے جڑنا اللہ سے جڑنا ہے اور ان سے قطع تعلقی اختیار کرنا اور دوری اختیار کرنا اللہ سے دوری کا باعث ہے۔

رشتوں کا احترام

رشتے احترام سے قائم رہتے ہیں اور مضبوط ہوتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ اس بات کی طرف رہنمائی کرتی ہے کہ رشتوں کا لحاظ کیا جائے، اس کے نتیجے میں خاندان مضبوط ہو گا۔ ایک دوسرے کے ہاتھ مضبوط ہوں گے اور خاندان ترقی کرے گا۔ حلیمہ سعدیہؓ جن کے گھر میں آپ ﷺ بچپن میں رہے وہ قبیلہ ہوازن سے تھیں، اس قبیلہ سے غزوہ حنین میں جنگ ہوئی، مسلمانوں کو فتح ہوئی۔ نبی اکرم ﷺ اور بی بی حلیمہ سعدیہؓ کا رشتہ رضاعی والدہ کا تھا۔ آپ ﷺ کو اس کا اتنا خیال تھا کہ آپ ﷺ نے اس رشتے کی خاطر ان کے قبیلے کے سارے قیدی رہا کر دیئے۔ جب حلیمہ سعدیہؓ آپ ﷺ کے پاس تشریف لائیں تو اس قدر احترام کیا کہ اپنی چادر بچھائی، انتہائی ادب سے بی بی حلیمہ سعدیہؓ کے سامنے بیٹھے۔ رشتوں کا یہ احترام خاندان کی بنیاد ہوتا ہے جس سے معاشرہ ترقی کرتا ہے۔ صرف رضاعی ماں نہیں بلکہ رضاعی بہن کا بھی بہت احترام کیا جب ایک جنگ میں حضرت شیما آپ ﷺ کے پاس لائی گئیں اور نبی اکرم ﷺ کو انہوں نے بچپن کا ایک واقعہ یاد دلایا تو آپ ﷺ نے فرمایا ہاں تم میری بہن ہو آپ ﷺ کا مشہور فرمان ہے:

يَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا يَحْرُمُ مِنَ الْوِلَادَةِ ۔[4]

کہ دودھ کا رشتہ بھی ایسے ہی ہے جیسے نسب کا رشتہ ہے۔

رحم کے رشتہ داروں کے حقوق بہت زیادہ ہیں انسان ان سے کبھی بھی لاتعلق ہو کر نہیں رہ سکتا اس لیے ضروری ہے کہ ان رشتہ داروں کا احترام کیا جائے تا کہ یہ رشتے مضبوط رہیں۔ اور قیامت کے روز ان رشتوں کے متعلق جواب دہی بھی آسان ہو۔

قوامیت مرد

اسلام کے خاندانی نظام پر بات کرتے ہوئے یہ بہت ضروری ہے کہ اسلام نے مرد کو خاندانی نظام میں کیا مقام عطا کیا ہے اور اس کی وجہ کیا ہے؟؟ اللہ تعالی قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَبِمَا أَنفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ۔[5]

مرد عورتوں پر نگہبان ہیں اس بنا پر کہ اللہ نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی، اس لیے کہ مردوں نے اپنا مال خرچ کیا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالی نے واضح طور پر ارشاد فرمایا ہے کہ مرد عورتوں پر قوام ہیں۔ اس قوام کے کیا معنی ہیں؟ کیا اس سے مراد یہ ہے کہ مرد عورت کا مالک و مختار ہو جاتا ہے، اب وہ بادشاہ ہے جو مرضی کرے، عورت کو ہر صورت میں اس کی اطاعت کرنا ہوگی یا اس کا مطلب کچھ اور ہے؟ تفسیر صراط الجنان میں مفتی قاسم لکھتے ہیں کہ: **الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ**: مرد عورتوں پر نگہبان ہیں۔ عورت کی ضروریات، اس کی حفاظت، اسے ادب سکھانے اور دیگر کئی امور میں مرد کو عورت پر تَسَلُّط حاصل ہے۔[6]

سورہ نساء کی آیت نمبر ۳۴ میں عورتوں پر مردوں کی نگرانی اور حکمرانی **الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ** عورتوں پر مردوں کے تسلط، زور زبردستی اور بالادستی کے معنی میں نہیں ہے، بلکہ اہل لغت اور اکثر مفسرین کے مطابق لفظ قوام سرپرستی، نان و نفقہ کے انچارج اور نگرانی کے معنی میں ہے۔ کیونکہ خاندان معاشرے کا ایک چھوٹا یونٹ ہوتا ہے، اس لئے لازمی بات ہے کہ اس کو ایک بڑے معاشرے کی طرح ایک رہبر اور سرپرست کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس لئے بعض وجوہات اور مردوں میں موجود خصوصیات کی بنا پر یہ ذمہ داری مردوں کو ہی سونپی گئی ہے، مردوں کی یہ خصوصیات حسب ذیل ہیں:

1۔ فکری توانائی کا جذبات، لطف اور احساسات پر غلبہ

۲۔ خاندان کی عزت و آبرو اور تقدس کا دفاع کرنے کی جسمانی طاقت

۳۔ بیوی بچوں کی پرورش کے لئے مالی اخراجات برداشت کرنے کی ذمہ داری

یہ وہ تمام صفات ہیں جن کی بنیاد پر مرد کو قوام کہہ کر پکارا گیا ہے۔ قرآن مجید، حاکمیت اور سرپرستی کو صرف عدل و انصاف اور اللہ کی رضامندی کے دائرہ میں جائز جانتا ہے اور اللہ عزوجل کے سامنے صرف تقوی اور پرہیز گاری ہی برتری کا معیار ہے نہ کہ جنسیت۔ کیونکہ اللہ نے واضح طور پر ارشاد فرما دیا ہے کہ فضیلت اور برتری کا معیار صرف تقوی ہی ہے۔ قرآن مجید کے تہذیبی آداب کے مطابق مرد کی حکمرانی اور بالادستی میں تسلط، ظلم و زیادتی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

مرد کے عورت سے افضل ہونے کی وجوہات بہت زیادہ ہیں، ان سب کی دو وجوہات بہت اہم ہیں: علم اور قدرت۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مرد عقل اور علم میں عورت سے برتر ہوتے ہیں، اگرچہ بعض جگہ عورتیں بڑھ جاتی ہیں لیکن مجموعی طور پر ابھی بھی پوری دنیا پر نگاہ ڈالیں تو عقل کے امور مردوں ہی کے سپرد ہوتے ہیں۔ یونہی مشکل ترین اعمال سرانجام دینے پر انہیں کمال حاصل ہے یہی وجہ ہے کہ مرد عقل و دانائی اور قوت میں عورتوں پر فَوقِیَّت رکھتے ہیں۔ پھر جتنے بھی انبیاء، خُلفاء اور ائمہ ہوئے سب مرد ہی تھے۔ گھڑ سواری، تیر اندازی اور جہاد مرد کرتے ہیں۔ امامتِ کُبریٰ یعنی حکومت و سلطنت اور امامتِ صغریٰ یعنی نماز کی امامت یونہی اذان، خطبہ، حدود و قصاص میں گواہی بالاتفاق مردوں کے ذمہ ہے۔ نکاح، طلاق، رجوع اور بیک وقت ایک سے زائد شادیاں کرنے کا حق بھی مردوں کے پاس ہی ہے اور نسب مردوں ہی کی طرف منسوب ہوتے ہیں، یہ سب حالات مرد کے عورت سے افضل ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔

مردوں کی عورتوں پر حکمرانی کی ایک اور وجہ یہ بھی ہے کہ مرد عورتوں پر مہر اور نان نفقہ کی صورت میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں اس لئے ان پر حاکم ہیں۔ لیکن یہ بھی مسلمہ حقیقت ہے کہ مجموعی طور پر جنس مرد جنسِ عورت سے افضل ہے نہ کہ ہر مرد ہر عورت سے افضل۔ بعض عورتیں علم ودانائی میں کئی مردوں سے زیادہ ہیں جیسے اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، لاکھوں مرداُن کی نعلین کی خاک کے برابر بھی نہیں۔ یونہی صحابیہ عورتیں غیر صحابی بڑے بڑے بزرگوں سے افضل ہیں۔ علامہ آلوسی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: مرد کی قوامیت سے مراد مہر اور نفقہ کی ادائیگی ہے [7]۔ اگر مندرجہ بالا آیت کو مندرجہ ذیل آیت سے ملا کر دیکھا جائے تو صورتحال بہت واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا کہ:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً [8]

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور ان دونوں سے بکثرت مرد و عورت (روئے زمین پر) پھیلا دیئے۔

اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ پہلی آیت میں قوام سے مراد ذمہ داریوں کا مختلف ہونا ہے اور خاندانی نظام کی تقسیم میں زیادہ اور سخت ذمہ داریوں کا مرد کے کاندھے پر آجانا ہے۔ مرد اور عورت دونوں ایک جان سے پیدا ہوئے ہیں اور پیدائش میں کسی کو برتری نہیں ہے ذمہ داریاں الگ الگ ہیں۔ انہی ذمہ داریوں کو صحیح طور پر ادا کیا جائے تو خاندان تشکیل پاتے ہیں۔ خاندان معاشرتی زندگی کی بنیادی اکائی ہے۔ کسی بھی معاشرے کا استحکام اور تعمیر وارتقاء اسی ابتدائی سماجی اکائی کا رہین منت ہے۔ نئی نسل کی تربیت اور تعمیر و تشکیل کے ساتھ ساتھ مذہبی، سماجی، تعلیمی و تربیتی، تہذیبی و ثقافتی وظائف خاندان ہی کے ذریعے سے اگلی نسلوں تک منتقل کیے جاتے ہیں۔ معاشرے کا استحکام خاندان کے استحکام پر منحصر ہے۔ خاندان کی اسی اساسی اہمیت کی وجہ سے حضرت محمد ﷺ نے نہ صرف اس ازدواجی تعلق کے قیام کی ترغیب دی بلکہ اس کے ساتھ ساتھ مرد و عورت کی الگ الگ ذمہ داریوں کا پورا ایک نظام تشکیل دیا کہ جس پر عمل پیرا ہو کر ایک مکمل اور پر سکون معاشرہ قائم کیا جا سکتا ہے۔

مرد کو قوام کیوں بنایا گیا ہے؟ اس کی وضاحت کرتے ہوئے سید ابو الاعلیٰ مودودیؒ حقوقِ زوجین میں لکھتے ہیں:

"خانگی زندگی کے نظم کو برقرار رکھنے کیلئے بہر حال زوجین میں سے کسی ایک کا قوام اور صاحبِ امر ہونا ناگزیر ہے۔ اگر دونوں مساوی درجہ اور مساوی اختیارات رکھنے والے ہوں تو بدنظمی کا پیدا ہونا یقینی ہے۔ اسلام چونکہ ایک فطری دین ہے، اس لئے اس نے فطرت کا لحاظ کر کے زوجین میں سے ایک کو قوام اور صاحبِ امر اور دوسرے کو مطیع اور ماتحت بنانا ضروری سمجھا اور قوامیت کیلئے اس فریق (مرد) کا انتخاب کیا جو فطرتاً ہی درجہ لیکر پیدا ہوا ہے۔ [9]

بحیثیت قوام زوجین کے باہمی تعلق میں مرد کو مرکزی کردار حاصل ہے۔ استحکام خاندان کا دارومدار عورت کی بہ نسبت مرد پر زیادہ ہے کیونکہ اگر وہ جسمانی لحاظ سے طاقتور ہے تو اعصابی لحاظ سے بھی عورت کے مقابلے میں کہیں زیادہ مضبوط ہے۔ اس میں تحمل مزاجی اور بردباری کی صفات عورت کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہیں۔ اسی سبب سے اس کے ہاتھ میں نکاح کا عقد تھما دیا۔ کیونکہ وہ فہم و فراست میں عورت سے افضل ہے اور عورت کی طرح جلد بازی سے کام نہیں لیتا۔ اس کے مقام اور درجے کا بھی یہی تقاضا ہے

کہ وہ عورت کی جانب سے ہونے والی کوتاہیوں کو نظر انداز کرے اور کمال شفقت و محبت، صبر و حلم، ایثار و حکمت سے اپنے اس تعلق کو مزید حسن وخوبی سے آراستہ کرے۔

مرد کی قوامیت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مرد حاکمانہ رویہ اختیار کرے۔ کیونکہ مرد کا بے جا رعب و دبدبہ بھی خاندان کا شیرازہ منتشر کرنے کا سبب بن سکتا ہے۔ ایسے گھرانے جہاں پر مرد کا رویہ آمرانہ ہے۔ اور وہ اپنی رائے اور اپنے فیصلوں سے اختلاف کو سنگین جرم سمجھتا ہے اور ایسے جرم کو خواہ وہ اس کی بیوی ہو یا بیٹی سخت سزا کا موجب گردانتا ہے یہ رجحان اسلامی اصولوں کے خلاف ہے، اسلامی تعلیمات کے منافی اور خاندانی استحکام کو نقصان پہنچانے والا رویہ ہے۔ اس حوالے سے آنحضور ﷺ کا اسوہ ہمارے سامنے ہے۔ خانہ نبوت میں مختلف عمروں اور مزاج کی حامل خواتین شامل تھیں۔ لیکن آپ ﷺ کے انصاف، حکمت اور فہم و فراست نے گھر کا توازن اور حسن کبھی بگڑنے نہ دیا۔ ازواج مطہرات نے تنگی کی شکایت کرتے ہوئے نان ونفقہ میں اضافہ کا مطالبہ کیا تو آپ ﷺ نے ایک روایتی مرد کی طرح کسی بھی زوجہ کو کسی بھی طرح کی اذیت نہ دی نہ ہی کوئی وعظ و نصیحت کی نہ ہی زبانی کلامی گفتگو فرمائی بلکہ خاموشی اختیار فرماتے ہوئے بالاخانے پر تشریف لے گئے یہاں تک کہ آیت تخییر نازل ہوئی اور حضور ﷺ نے ازواج مطہرات کو اختیار دیا کہ چاہے خانہ نبوت کو اختیار کرلیں یا دنیا کو مگر تمام ازواج نے خانہ نبوت کو چننا پسند فرمایا۔ اسی طرح بی بی عائشہ صدیقہ میں کم عمری کی وجہ سے کھیل کا شوق تھا تو حضور ﷺ نے کبھی انہیں یہ احساس نہ دلایا کہ آپ بیوی ہونے کی حیثیت سے بچپنا چھوڑ کر سنجیدگی اختیار کریں بلکہ آپ خود جاکر ان کی سہیلیوں کو بلا کر لاتے اور انہیں گڑیوں سے کھیلنے کی اجازت مرحمت فرماتے۔[10]

انہیں اپنی اوٹ میں کھڑا کر کے حبشیوں کا کھیل دکھاتے۔[11] ان کے ساتھ دوڑ لگاتے۔[12] اور کبھی ان سے خطا ہو جاتی تو کمال حکمت سے کام لیتے ہوئے ان کی راہنمائی فرماتے جیسے ایک بار آپ ﷺ حضرت عائشہؓ کے ہاں تشریف فرما تھے۔ زینب بنت جحشؓ نے آنحضرت ﷺ کے لئے ایک پیالے میں کچھ کھانے کی چیز بھیجی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ہاتھ مار کر وہ پیالہ توڑ دیا اور کھانا بھی ضائع ہو گیا۔ بعد میں آپؓ کو ندامت ہوئی تو آپ ﷺ سے پوچھنے لگیں کہ اب کیا کروں تو آپ ﷺ نے خوش مزاجی سے فرمایا: عائشہ ویسا ہی برتن اور ویسا ہی کھانا اس کا بدلہ ہے۔[13]

آپ ﷺ چاہتے تو حضرت عائشہؓ پر غصہ بھی ہو سکتے تھے لیکن آپ ﷺ نے ان کے جذبہ غیرت کو سمجھتے ہوئے کچھ نا کہا یہاں تک کہ حضرت عائشہؓ کو خود ندامت محسوس ہوئی اور آپ ﷺ نے بغیر ڈانٹ ڈپٹ کے ازالہ کی راہ بھی سجھادی۔ اسی لئے عورتوں پر مردوں کی فضیلت ایک طرف ان کی ذمہ داریوں کے باعث ہے تو دوسری طرف زوجین کی باہمی رفاقت میں بیوی کی جانب سے ہونے والی بہت سے معاملات میں کوتاہیوں سے چشم پوشی اور اعلیٰ درجہ کی برداشت کے سبب سے بھی ہے۔

اختلافات اور تنازعات ایک فطری عمل ہے۔ ازواج مطہرات میں بھی اختلافات ہوتے تھے لیکن آپ ﷺ کے حلم اور فراست نے ہمیشہ ماحول کو خوشگوار ہی رکھا۔ ایک بار حضرت صفیہ زار وقطار رو رہی تھیں۔ آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ صفیہ کیوں رو رہی ہو؟ کہا کہ زینب جو آپکی بیوی ہیں وہ کہہ رہی تھیں کہ ہمارا تعلق نبی کریم ﷺ سے نسبی ہے، لہذا فضیلت میں ہم تم سے بڑھ کر ہیں۔ تم فضیلت میں ہمارے برابر نہیں ہو سکتی ہو اور ہم سے بڑھ نہیں سکتیں۔ فوراً نبی کریم ﷺ نے ان سے یہ کہا کہ: ارے

!تم نے یہ کیوں نہیں کہہ دیا کہ تم مجھ سے فضیلت میں کیسے بڑھ کر جبکہ میرا باپ ہارونؑ اور میرے چچا موسیٰؑ اور میرے شوہر حضرت محمد ﷺ ہیں۔[14]

یہ بھی آپ ﷺ کا حکمت بھرا انداز تھا جس نے دلوں میں دوریاں بڑھنے نہ دیں اور ہلکے پھلکے انداز میں بات کی تلخی اور اثر کو بھی زائل کر دیا۔ آج کل کے معاشرے میں مرد ماں اور بیوی کے درمیان توازن نہیں رکھ سکتا اور دونوں کے درمیان پس کر رہ جاتا ہے اسی غیر متوازن رویے کے سبب اکثر گھروں کا ماحول کشیدہ رہتا ہے۔ جبکہ اکثر و بیشتر یہ اختلاف اس قدر بڑھ جاتا ہے کہ خاندان کا شیرازہ ہی بکھر جاتا ہے۔ یہاں مرد کی فہم و فراست اور حکمت و دانشمندی ہی وہ چیز ہو سکتی ہے جو خاندان میں توازن کو برقرار رکھ سکتی ہے اور بحیثیت قوام یہ اس کے فرائض میں سے ایک اہم فریضہ ہے۔ خانہ نبوت میں بیک وقت متعدد ازواج موجود تھیں باہم غیرت یا رقابت کے جذبات کے واقعات ہمیں ازواج النبی ﷺ کی زندگی سے بھی ملتے ہیں۔ اس نسوانی فطرت کی جھلک ہمیں ان میں بھی نظر آتی ہے لیکن آپ ﷺ کے انصاف، عدل حکمت اور فہم و فراست نے توازن کو کبھی بگڑنے نہ دیا اور ازواج مطہرات کے درمیان باہم محبت، احترام کا جذبہ ہمیشہ قائم رہا۔ یہی مرد کی قوامیت کا تقاضا ہے کہ وہ حسن تدبیر سے کام لے خاندان کی اکائیوں کے درمیان توازن کو قائم رکھے۔ کیونکہ اس کی ذرا سی غفلت یا لاپرواہی خاندان کا شیرازہ بکھرنے کا سبب بن سکتی ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ، فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئاً وَيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْراً كَثِيْراً [15]

اور ان عورتوں کے ساتھ حسن وخوبی سے گذر بسر کرو اور اگر تم کو وہ ناپسند ہوں تو ممکن ہے کہ تم ایک چیز ناپسند کرو اور اللہ تعالی اس کے اندر بڑی منفعت رکھ دے۔

اس آیت میں شوہر کو بیوی کے ساتھ حسن سلوک کا ایسا جامع دستور پیش کیا گیا ہے جس سے بہتر کوئی دستور نہیں ہو سکتا اور اگر اس جامع ہدایت کی روشنی میں شوہر اپنی قعوامیت کی بنیاد کھڑی کرے تو اِس رشتہ میں کبھی بھی تلخی اور کڑواہٹ پیدا نہ ہو گی۔ اور اس کے ساتھ ہی ساتھ معاشرہ بھی اخلاقی طور پر مستحکم ہو گا۔ مرد جسمانی لحاظ سے بمقابلہ عورت کے قوی ہے تو جذباتی لحاظ اور فہم و فراست میں بھی عورت سے کہیں زیادہ بڑھ کر ہے۔ اگر وہ حکمت سے کام لے تو زندگی کا اصل لطف حاصل کر پائے گا کیونکہ عورت کا یہی مزاج یکساں اور بے رنگ زندگی میں تنوع اور خوبصورتی کا باعث بھی ہے۔ ایک بار حضرت عائشہؓ آپ ﷺ سے ناراض ہو گئیں اور فرمانے لگیں:

أنتَ الَّذِی تَزعَمُ اَنّکَ نَبِیُ۔ [16]

کیا آپ کو اس بات کا زعم ہے کہ آپ ﷺ نبی ہیں۔

ہمارے معاشرے میں مرد ایسی باتوں کو انا کا مسئلہ بنالیتے ہیں اور ایسے انداز گفتگو کو بدتمیزی اور اپنی بے عزتی خیال کرتے ہیں لیکن آپ ﷺ تو اس بات کو سن کر مسکرانے لگے۔ آپ ﷺ کا طریقہ کار کتنا بہترین ہے۔ اس کے ذریعے گھر کو جنت کا نمونہ بنایا جا

سکتا ہے۔ اگر بیوی بد مزاج ہے یا جھگڑالو ہے تب بھی مرد کو صبر اور تحمل مزاجی سے کام لینے کی تلقین کرتے ہوئے آپ ﷺ نے اجر کی نوید سنائی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

اگر کوئی مرد اپنی بیوی کے برے اخلاق پر صبر کر لیتا ہے تو اللہ تعالی اس خاوند کو اس طرح سے اجر عطا فرمائے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوبؑ کو اللہ تعالی نے بیماری کے اوپر صبر کرنے کا اجر عطا فرمایا تھا۔ اور جو بیوی اپنے خاوند کے برے اخلاق پر صبر کر لیتی ہے اللہ تعالیٰ اس کو اتنا صبر عطا کرتا ہے جتنا آسیہ بنت مزاحم یعنی فرعون کی بیوی کو عطا کیا تھا۔[17]

مطلب یہ ہے کہ ناخوشگوار حالات میں مرد بد کلامی اور مار پیٹ کی بجائے نرمی و شائستگی سے کام لے۔ یہ ناممکن ہے کہ یہ سب کچھ ہو اور اس کے اچھے نتائج برآمد نہ ہوں۔ مرد چونکہ عقلمندی اور دانائی میں بڑا ہوتا ہے اس لیے اس پر لازم ہے کہ وہ اپنے اہل خانہ سے حکمت، نرمی اور اچھی رہنمائی سے کام لیتے ہوئے معاملے کو سلجھانے کی ذمہ داری کسی مناسب وقت میں نبھائے کیونکہ اس کے لیے ہر وقت مناسب نہیں ہوتا۔ خاوند کو چاہیے کہ وہ عورت میں اچھے اخلاق کو دیکھے۔

ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ جب تم مجھ سے راضی ہوتی ہو اور جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو، دونوں حالتوں میں مجھے علم ہو جاتا ہے۔ حضرت عائشہؓ نے پوچھا: یارسول اللہ! کس طرح علم ہو جاتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم مجھ سے راضی ہوتی ہو رب محمد کے الفاظ کے ساتھ قسم کھاتی ہو اور جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو رب ابراہیم کے الفاظ کے ساتھ قسم کھاتی ہو۔ اس وقت تم میرا نام نہیں لیتیں بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نام لیتی ہو۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ یارسول اللہ! میں صرف آپ کا نام چھوڑتی ہوں، نام کے علاوہ کچھ نہیں چھوڑتی۔[18]

معلوم ہوا کہ اگر بیوی ناراضگی کا اظہار کر رہی ہے تو یہ مرد کی قوامیت یعنی امارت کے خلاف نہیں ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے بڑی خوش طبعی کے ساتھ اس کا ذکر فرمایا کہ مجھے تمہاری ناراضگی کا پتہ چل جاتا ہے۔ اور اس بات پر ان سے ناراض نہیں بلکہ مسکرا کر ان کی خوشی اور ناراضگی کی کیفیت کا بیان فرمارہے ہیں۔

مرد کی قوامیت کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ مرد کو عورت پر ہر طرح کا اختیار حاصل ہو گیا کہ عورت سانس بھی مرد کی اجازت سے لے۔ ایسا نہیں ہے اسلام بحیثیت زوجین کسی ایک فریق پر بھی زندگی کی راہیں مسدود نہیں کرتا بلکہ دونوں کو مخصوص حد کے اندر مکمل شخصی آزادی کا حق بھی دیتا ہے۔ بحیثیت انسان ایک دوسرے کی ذات کا احترام ملحوظ رکھنے کی بھی تلقین بھی کرتا ہے۔ ہر معاملے کی ٹوہ، ہر وقت کی پوچھ گچھ، ہر بات میں بلاوجہ کی دخل اندازی زندگی کے دائرے کو تنگ کر دیتی ہے کہ دوسرا فریق عدم تحفظ کا شکار ہو کر خود کو بے بس اور مجبور قیدی تصور کرنے لگتا ہے۔ اکثر ایسا رویہ بداعتمادی کو بھی ظاہر کرتا ہے۔ اور یہ بداعتمادی خاندان کی بنیادوں تک کو ہلا کر رکھ دیتی ہے۔

خلاصہ

آج اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ مرد گھریلو زندگی میں اپنا عملی کردار ادا کرے، مرد کو اسی لیے قوام بنایا گیا ہے۔ وہ صرف خاندان کا سربراہ ہی نہیں بلکہ اس کا محافظ، منتظم اور کفیل بھی ہے۔ اور اس کی کفالت کے بارے میں قیامت کے روز اس سے سوال

بھی کیا جائے گا۔ آج والدین کی مصروفیت اور لاپرواہی سے بچوں کی تربیت بری طرح متاثر ہے اور گھر اور خاندان کا بنیادی ادارہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے۔ جن معاشروں میں خاندان کی اکائی ٹوٹتی ہے وہ لازماً زوال کا شکار ہو کر رہتے ہیں۔ آج ہمیں اصلاح معاشرہ کے لیے اصلاحِ خاندان کی تحریک لے کر چلنا ہے۔ عورت میں نسّائیت اور مرد میں قوّامیت کا کردار انشااللہ خاندان کو مضبوط کرے گا۔ مرد کو باہر کی مصروفیات کے ساتھ اپنے گھر اور خاندان کو توجہ دینی چاہیے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ مساجد اور مدارس میں سیرت طیبہ کے خانگی زندگی کے حوالے سے خوبصورت گوشوں کو نمایاں کیا جائے۔ اور معاشرے میں مرد کی قوامیت کے غلط تصور کی نفی کرتے ہوئے سیرت طیبہ کی روشنی میں قوامیت کے درست مفہوم کو اجاگر کیا جائے۔ تاکہ ہمارا معاشرہ اسلام کی صحیح تصویر کو اجاگر کر سکے۔

All Rights Reserved © 2023 This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

حوالہ جات وحواشی

[1] خالد علوی، اسلام کا معاشرتی نظام (لاہور، المکتبۃ العلمیہ، 1998ء) ص:83

Khalid Alvi, Social System of Islam,(Lahore, al-maktaba- al-alamiya, 1998) p.: 83

[2] محمد امین، اسلام اور مغرب کی تہذیبی کشمکش (لاہور، مکتبہ بیت الحکمت، 2006ء) ص:128

Muhammad Amin, Dr., The Civilization Conflict of Islam and the West (Lahore, School of Bait-ul-Hikamat, 2006) p.128

[3] الترمذی، محمد، ابو عیسی، جامع الترمذی، کتاب البر والصلۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، باب ما جاءَ في قَطِيعَةِ الرَّحِمِ۔ (لاہور، فرید بک اسٹال، 2001ء) رقم الحدیث 1907

Al-Tirmidhī, Muhammad Bin Isa, Al- Jami. (Lahore, Farid Bookstall, 2001) Hadith No: 1914

[4] ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، السنن، (لاہور، فرید بک سٹال، 1983ء) رقم الحدیث:2055

Al-Sijistānī, Abū Dawūd, Sulaymān bin Al-Ash'ath, Al-Sunan (Lahore, Farid Bookstall, 1983) Hadith: 2055

[5] القرآن4:34

The Qur'ān 4:34

[6] محمد قاسم، تفسیر صراط الجنان (کراچی، مکتبۃ المدینہ، 2016ء) 2/70

Muhammad Qasim, Tafsir of Sarat al-Jinan (Karachi, Maktab al-Madinah, 2016) 2/70

[7] الآلوسي، شهاب الدين محمود بن عبد الله الحسيني، روح المعاني في تفسير القرآن، (بیروت، دار الكتب العلمية، 1415ھ) 5/23

Al-Alusi, Shihab al-Din Mahmud bin Abdullah al-Husseini, Ruh al-Ma'ani fi Tafsir al-Qur'an, (Beirut, Dar Al-Kitab Al-Alamiya, 1415 AH), 5/23

[8] القرآن4:1

The Qur'ān 4:1

[9] مودودی، ابوالاعلیٰ، حقوق زوجین، (ڈھاکہ، اسلامک پبلیکیشنز لیمیٹڈ، ۱۹۷۶ء) ص:30

al-Mawdūdī , Abul A'la, Rights of Spouses, (Dhaka, Islamic Publications Limited, 1976) p.30

10 ابو داؤد، سلیمان بن اشعث، السنن (فرید بک سٹال، لاہور: 1983ء)، رقم الحدیث: 4993

Al-Sijistānī, Abū Dawūd, Sulaymān bin Al-Ash'ath, Al- Sunan (Farid Book Stall, Lahore: 1983), Number of Hadith: 4993

11 السنن لابی داؤد، کتاب النکاح، باب فی حق المرأۃ علی زوجھا، رقم الحدیث: 2144

Al-Sijistānī, Abū Dawūd, Sulaymān bin Al-Ash'ath, Al- Sunan, Kitab al-Nikah, Chapter Fi Haq al-Maraat al-Zujha, Number of Hadith: 2144

12 السنن لابی داؤد، کتاب الجہاد، باب فی السبق علی الرجل، رقم الحدیث: 2578

Al-Sijistānī, Abū Dawūd, Sulaymān bin Al-Ash'ath, Al- Sunan ,Kitab al-Jihad, Chapter Fai al-Saqb Ali al-Rulq, Hadith Number: 2578

13 البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، (فرید بک سٹال، لاہور: 1983ء)، رقم الحدیث: 5225

Al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismāʻīl , Al-Jami'al-Sahīh, Al-Musnad Al-Sahih Al-Mukhtasar, (Farid Book Stall, Lahore: 1983), Number of Hadith: 5225

14 الدہلوی، عبد الحق، مدارج النبوۃ، (مترجم) غلام معین الدین، (لاہور، شبیر برادرز اردو بازار، 2004ء)۔ 2/559

Ad-Dehlawī, 'Abd al-Haqq , Madarij-ul-Nabuwwah, (Translator) Ghulam Moinuddin, (Lahore, Shabir Brothers Urdu Bazar, 2004), 2/559

15 القرآن 19:4

The Qur'ān 4:19

16 النیشاپوری، مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح، (لاہور، فرید بک سٹال، 1983ء)، حدیث نمبر: 2468

An-Naysābūrī , Muslim ibn al-Ḥajjāj, Al- Ṣaḥīḥ (Lahore, Farid Book Stall, 1983), Hadith No.: 2468

17 الذہبی، شمس الدین ابی عبد اللہ، الکبائر، (بیروت: دار الندوہ جدیدہ، س ن)، ص: 179

Adh-Dhahabī , Shams ad-Dīn Abū ʿAbdillāh Muḥammad ibn Aḥmad, Al-Kaba'ir (Cardinal Sins), (Beirut: Dar-ndwah Jadidah, p. 179

18 البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: 6078

Al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismāʻīl , Al-Jami'al-Sahīh, Hadith No: 6078